ڈاکٹر سیّد معین الدین قادری

مرتد اور شاتم رسول —— شریعت کی نظر میں

[۲۶ ستمبر ۱۹۸۸ء کو بدنام زمانہ مصنّف سلمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" لندن سے شائع ہوئی تو برطانیہ کی مسلم برادری میں غصے کی لہر دوڑ گئی۔ ۱۳ اکتوبر کو کتاب کے ناشرین سے رابطہ قائم کر کے برطانوی مسلم رہنماؤں نے اُن سے کتاب واپس لینے کا مطالبہ کیا۔ ہزاروں مسلمانوں اور مُنصف مزاج غیر مسلموں نے ناشرین کو اِسی نوعیت کے خطوط لکھے مگر بُرا ہو دولت کی لالچ اور شہرت کی بھوک کا کہ ناشرین نے مسلمانوں کے جذبات کا احترام نہ کیا اور کتاب بدستور بکتی رہی۔ کتاب کے خلاف احتجاج ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا جس کی بازگشت اب بھی سنائی دے رہی ہے۔

کتاب کے مصنّف کا تعلق چوں کہ بمبئی سے ہے، اس لیے ہندوستان میں کتاب کا زیر بحث آنا لازمی تھا۔ چنانچہ ہندوستانی پریس میں متعدّد مقالات اور تبصرے شائع ہوئے۔ مسلمان اہلِ علم نے شاتمِ رسول ﷺ کی سزا پر گفتگو کرتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کے جذبات کی نمائندگی کی۔ شاتمِ رسول کی سزا کے حوالے سے تو بحیثیت مجموعی اُن میں کوئی اختلاف نہ تھا، تاہم سزا کے نفاذ کا حق کسے حاصل ہے؟ اس مسئلے پر گفتگو کی گئی۔ ایک رائے یہ سامنے آئی کہ شاتمِ رسول مباح الدم ہے، اس لیے کوئی بھی مسلمان اُسے سزا دے سکتا ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ سزا کا اجراء صرف امام وقت کی جانب سے ہونا چاہیے۔ سہ ماہی "تحقیقات اسلامی" (علی گڑھ) نے اِس پس منظر میں ڈاکٹر سیّد معین الدین قادری صاحب کا حسبِ ذیل مضمون شائع کیا تھا۔ جنابِ قادری نے اپنے مقالے کے آغاز اور انجام میں ہندوستان کے حالات کے حوالے سے گفتگو کی ہے جسے یہاں حذف کر دیا گیا ہے۔

جناب مقالہ نگار نے جن مراجع و مصادر سے استفادہ کیا ہے، ان کا ذکر اُنھوں نے بالعموم متن میں کیا ہے، ہم نے مقالے کے آخر میں انھیں حواشی کی صورت میں یک جا کر دیا ہے۔ مدیر]

قتلِ مرتد سے متعلق امام بخاری نے جو باب باندھا ہے وہ قرآن کی اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔[1]

انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم و ارجلهم من خلاف او ینفوا من

الارض ذالک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم ۰ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیهم فاعلموا ان الله غفور رحیم ۰

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا میں ہے ہی اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بڑی سزا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کرلیں، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پالو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسری آیت جو قتلِ مرتد اور شاتمِ نبی کے قتل کا جواز پیدا کرتی ہے وہ سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے۔[۲]

فان تابوا و اقاموا الصلوة و اتوالزکوة فاخوانکم فی الدین و نفصل الایت لقوم یعلمون ۰ وان نکثوا ایمانهم من بعد عهدهم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر انهم لا ایمان لهم لعلهم ینتهون ۰ الا تقتلون قوما نکثوا ایمانهم وهموا باخراج الرسول وهم بدء وکم اول مرة اتخشونهم فالله احق ان تخشوه ان کنتم مومنین ۰ قاتلوهم یعذبهم الله بایدیکم ویخزهم وینصرکم علیهم ویشف صدور قوم مومنین ۰

(اگرچہ کہ وہ لوگ بڑے بدعہد اور فسادی ہیں) پھر بھی اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو پھر ان کو دین میں اپنا بھائی بنا کر رکھنا۔ ہم تو مہذب سمجھ دار لوگوں کے لیے اپنے احکام کھول کر بیان کر دیتے ہیں اور اگر وہ قول دے کر دغا کریں اور اپنے عہد کو توڑ دیں اور دین میں طعنہ دے کر عیب جوئی کرنے لگیں تو پھر کافروں کے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ اب ان کے لیے کوئی عہد و پابندی نہیں رہی شاید کہ وہ اس سخت برتاؤ سے اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ بھلا تم کیا ایسے لوگوں سے جنگ و جدال نہ کرو گے کہ جنھوں نے معاہدہ کر کے بدعہدی کی اور اپنے قول سے پھر گئے اور وہ اللہ کے رسول کو نکالنے کا تہیہ کر چکے تھے اور پھر تمہارے ساتھ چھیڑ چھاڑ میں انھوں نے پہل کی تھی۔ کیا ایسے لوگوں سے لڑنے میں تمہیں ڈر لگتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ تمہیں صرف اللہ سے ڈرنا چاہیے، اگر تم زمرۂ مومنین میں ہو اور ان سے جنگ و جدال کر کے ان کی گردنیں اڑا دو۔ اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دے گا اور ان کو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ اور ان کے مقابلہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور اس طرح اللہ پر ایمان و

یقین رکھنے والی قوم کے کلیجے ٹھنڈے ہوں گے۔
سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱ وان نکثوا ایمانھم میں بد عہدی کو مفسرین نے ارتداد سے تعبیر کیا ہے۔ سیاق عبارت سے بھی، سیاسی بد عہدی سے زیادہ دینی بد عہدی کا مفہوم نکلتا ہے اور قاتلو ائمة الکفر کا مفہوم یہ ہوگا کہ ارتداد کی تحریک کے قائدین سے جنگ کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔
قتل مرتد کے احکام میں انہی آیات سے استدلال کیا جاتا ہے اور ان ہی کو ماخذ اصلی سمجھا جاتا ہے۔ احادیث میں ان احکام کی وضاحت ملتی ہے۔ گویا حدیثیں قرآن کی تشریح و تفسیر کرتی ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔[۳]

> قال رسول اللهؐ لایحل دم امرئی مسلم یشهدان لااله الا الله و انی رسول الله الاباحدی ثلث - النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینه و التارک الجماعة
>
> فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مسلمان ہو اور اس بات کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کا خون سوائے تین جرائم کے کسی صورت میں بھی حلال نہیں ہو سکتا۔ یہ کہ اس نے کسی کی جان لی ہو (اور قصاص کا مستحق ہو گیا ہو)، یا یہ کہ وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا مرتکب ہوا ہو اور تیسرے یہ کہ اپنے دین (اسلام) کو ترک کر دے اور جماعت المسلمین سے علیحدہ ہو جائے۔

بیہقی اور دار قطنی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایات مروی ہیں کہ ایک عورت نے احد میں مسلمانوں کی شکست کے بعد ارتداد کا اعلان کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے سامنے اسلام کو پیش کرو، اگر وہ انکار کرے تو قتل کر دو۔ یہی سلوک ام رومان کے مرتد ہونے پر روا رکھا گیا۔ جب اس کو تائب ہو کر اسلام قبول کر لینے کی تلقین کی گئی تو اس نے انکار کیا اور وہ قتل کر دی گئی۔[۴]
یہ اور بہت سی متعلقہ احادیث گویا قرآن کا بیان ہیں۔ اس اعتبار سے قتلِ مرتد کا حکم ایک منصوص حکم ہے۔ "قتلِ مرتد کے معاملے میں مسلمانوں کے درمیان کبھی دو رائیں نہیں پائی گئیں۔ نبی کریم ﷺ، خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور علماء متقدین و متاخرین سبھی کے نزدیک یہ متفق علیہ مسئلہ رہا۔ گویا اس مسئلہ پر تمام علماء کا اجماع ہے، آزادی ضمیر کے نام پر اس کا انکار یا اس میں ترمیم کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ زمانہ کے بدلنے سے منصوص احکام بدل نہیں جاتے۔
حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ خطمہ کی ایک عورت نے حضور ﷺ کی شان

میں گستاخی کی اور ہجو لکھی، تو آپ نے فرمایا "من لی بہا" یعنی اس سے کون مجھے نجات دلائے گا۔ اس پر قبیلہ خطمہ ہی کے ایک فرد اٹھے "عرض کیا کہ میں حاضر ہوں۔" آپ سے اجازت پا کر وہ اس بدزبان عورت کے پاس گئے اور اسے قتل کر ڈالا۔

اس حدیث سے جہاں یہ بات قطعی الثبوت ہو جاتی ہے کہ شاتم النبی واجب القتل ہے، وہیں یہ امر بھی ظاہر ہے کہ اسے حاکم کے مباح الدم قرار دینے کے بعد ہی قتل کیا جا سکتا ہے۔ بالفاظِ دیگر شاتم کا قتل تابع حکمِ حاکم ہے۔ ہر شخص اس امر کا مجاز نہیں ہے کہ وہ ازخود شاتم کو قتل کر دے۔

اس سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ روایت منسوب ہے۔

قال رسول اللہ من سب نبیا قتل ومن سب اصحابہ جلد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی نبی کو سب و شتم کرے اسے قتل کیا جائے گا اور جو اس کے ساتھیوں کو سب و شتم کرے، اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔

ایک روایت میں قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص انس بن زنیم کے ہجو لکھنے کا ذکر ہے جس میں اس نے سرکار کو لعن طعن کیا تھا۔ اسی قبیلہ کے ایک نوجوان نے اس پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا۔ اس پر بڑا شر پیدا ہوا۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے شکایت کر کے آپ سے مدد چاہی۔ جب آپ کے علم میں لایا گیا کہ انس نے ہجو لکھی تھی جو اس نوجوان کے لیے وجہ اشتعال ہوئی تو آپ نے شاعر کو مباح الدم قرار دے دیا۔ جب انس کو حضور ﷺ کے اس اعلان کا علم ہوا تو وہ معذرت پیش کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک قصیدہ بھی آپ کے مدح میں لکھ لایا۔ نوفل بن معاویہ نے آپ کی خدمت میں اس کی سفارش کی تو رحمت عالم ﷺ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شاتم کا جرم ثابت ہونے کے بعد حاکم اس کو مباحُ الدم قرار دے سکتا ہے اور اس کے بعد ہی کسی شخص کو یہ حق حاصل ہو گا کہ اسے قتل کر دے۔ اگر اشتعال میں کوئی شاتم کو اذنِ حاکم کے بغیر بھی قتل کر دے یا اس پر اقدام قتل کا ارتکاب کر دے تو ایسا اقدام قابلِ مواخذہ نہ ہو گا اور حاکم کی طرف سے درگزر کر دیا جائے گا۔ لیکن اس کا عمل قابلِ بازپرس اس لیے ہے کہ مسئلہ تابع قضاء ہے۔

ایک اور اہم بات جو اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ شاتم کی معذرت بھی قبول کی جا سکتی ہے اور اس کے بعد اس سے درگزر بھی کیا جا سکتا ہے۔ گویا شاتم کی توبہ و معذرت قبول کرنا حاکم کے اختیارِ تمیزی پر منحصر ہے اور توبہ کا دروازہ ایسے لعینوں پر بھی بند نہیں ہے۔ "العفو فوق العدل"

امام ابنِ تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت علیؓ کی اس حدیث من سب نبیا قتل سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ

وظاھرہ یدل علی انہ یقتل من غیر استتابۃ وان القتل حد لہ

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ سرکار عالم ﷺ کے بعد قاضی یا حاکم کو شاتم کی توبہ قبول کرنے کا اختیار تمیزی ہے یا نہیں؟ یہ ایک مجتہد فیہ مسئلہ ہے۔ امام ابن تیمیہ کی رائے یہ ہے کہ توبہ کی مہلت نہیں دی جائے گی۔ دوسری بات یہ کہ اس پر حد جاری کی جائے گی۔ یہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ شاتم کو قتل کرنے کا ہر شخص مجاز نہیں ہے اس لیے کہ حد جاری کرنا امام یا اس کے نائب کا فریضہ ہے۔ لہذا شاتم کے قتل کا فتویٰ بھی ہو تو وہ تابع قضاء قاضی ہوگا۔ امام صاحب کا ایک اور قول ان الفاظ میں ہے۔ [5]

الحدلایثبت الابیبنة اواقرار

شاتم النبی کے مسائل پر امام ابن تیمیہ کی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" بہت مشہور ہے۔ امام رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی اس تالیف میں اکثر مستند احادیث کو نقل کر دیا ہے جو شاتم النبی سے متعلق ہیں۔ ہم انہی احادیث میں سے قارئین کی خدمت میں چند احادیث پیش کرتے ہیں تاکہ وہ خود اُن سے صحیح نتائج اخذ کریں۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے آنحضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کعب بن اشرف نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے۔ کون ہے جو اس سے نبٹے۔ محمد بن مسلمہؓ نے یہ ذمہ داری قبول کی اور یہودیوں کے اس سردار پر قابو پا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔

اس واقعہ میں خود حضور ﷺ نے بنفسِ نفیس کعب بن اشرف کو مباح الدم قرار دیا تھا اور محمدؓ بن مسلمہ کو اس کے قتل کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

اس واقعہ میں شاتم النبی کا قتل از ابتداء تا انتہاء تابعِ حکمِ حاکم ہی رہا۔ ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ شاتم مرتد ہے، قابل گردن زدنی ہے لیکن اس کا قتل بھی اسی وقت جائز ہے جبکہ وہ حکمِ حاکم کی بناء پر مباح الدم قرار دے دیا گیا ہو۔

فتح مکہ کے دن آنحضور ﷺ نے "لاتثریب علیکم الیوم" فرما کر عام معافی کا اعلان کروا دیا۔ مگر چار آدمیوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو آپ کی ہجو لکھا کرتے اور سب و شتم کی گستاخی کے مرتکب تھے۔ ان کو مباح الدم قرار دے کر اعلان کر دیا گیا کہ یہ چار مجرم جہاں بھی نظر آئیں، قتل کر دیے جائیں خواہ وہ کعبہ کا پردہ ہی کیوں نہ تھامے ہوئے ہوں۔ چنانچہ عبداللہ بن حنظل کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا تھا اور اسی حالت میں حضرت ابو برزہؓ نے اس کو قتل کر ڈالا۔ دوسرا شاتم ابن حبابہ بازار میں سڑک پر مارا گیا۔ عکرمہ بن ابی جہل نے اسلام قبول کر کے معافی مانگ لی اور بچ گئے۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی سرح کی حضرت عثمانؓ کی سفارش پر جان بخشی کی گئی۔

سعدؓ بن ابی وقاص کی روایت سے ابن سعد بن ابی سرح کی جان بخشی کے واقعات پر روشنی پڑتی

ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فتح مکہ کے دن ابن ابی سرح حضرت عثمانؓ کے گھر جا کر چھپ گیا۔ اپنی پناہ میں حضرت عثمانؓ اس کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ عبداللہ سے بیعت لے لیجیے۔ آپ نے سر اٹھایا اور اس کی طرف دیکھا اور تین بار دیکھنے کے بعد آپ نے اس سے بیعت لے لی۔ پھر فرمایا کیا تم میں کوئی بھلا آدمی ایسا نہیں تھا جو اس کو اس اثناء میں قتل کر دیتا جبکہ میں نے اس سے بیعت لینے میں توقف کیا تھا۔ لوگوں نے کہا ہم کو آپ کے دل کا حال معلوم نہ تھا۔ آپ نے چشم مبارک سے اشارہ فرما دیا ہوتا تو ہم اس کا کام تمام کر دیتے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ اس طرح آنکھوں کی چوری سے اشارے کرے۔ آپ کے الفاظ یہ تھے۔[6]

لاینبغی لنبی ان تکون له خائنة الاعین

حضور ﷺ کی بات واضح تھی کہ جب ابن ابی سرح کو مباح الدم قرار دے دیا گیا تھا تو اس کو قتل کیوں نہ کر دیا گیا۔

ان واقعات میں رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی اور سبّ و شتم کرنے والوں کو خود آپ نے بحیثیت حاکمِ مملکت کے مباح الدم قرار دے دیا تھا لہٰذا یہاں کسی کے از خود قتل کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

البتہ آنحضور ﷺ کے دورِ مبارک کے بعض واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات نے شاتم کو از خود مار ڈالا اور بعد میں حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر اپنا اعتراف و اعتذار پیش کیا جس پر حضور ﷺ نے ان سے مواخذہ فرمایا اور نہ دیت طلب کی۔

ایک نابینا صحابی سے متعلق حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی ایک رویت ہے کہ ان کے پاس ایک اُم ولد تھی جو حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخانہ انداز میں سبّ و شتم کیا کرتی تھی۔ ایک دن ان نابینا صحابیؓ نے اس بد زبان عورت کے پیٹ پر کدال رکھ کر ایسا دبایا کہ وہ وہیں ختم ہو گئی۔ ازاں بعد وہ خدمتِ اقدس ﷺ میں حاضر ہوئے، اس عورت کی بدکلامی اور سبّ و شتم کے واقعات سے آپ کو مطلع کیا اور ان اشتعال انگیز حالات میں ان سے قتل کی جو واردات سرزد ہو گئی تھی اس کا بھی ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے ان صحابی سے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔

شعبیؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ ایک یہودیہ حضرت کی شان میں گالی گلوچ بکا کرتی تھی۔ ایک دن ایک صحابی نے اس کا گلا دبوچ کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ جب حضور ﷺ کی خدمت میں یہ خبر پیش کی گئی تو اس پر آپ نے کوئی نکیر کی اور نہ دیت دلوائی۔

انہی دو واقعات سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو رہی ہے کہ شاتم کی حد تک قانون کو اپنے ہاتھ میں لے

کہ ہر شخص اس امر کا مجاز ہے کہ جہاں بھی اور جب بھی ایسے لعین پر اس کو قابو حاصل ہو وہ اس کو بذات خود وہیں قتل کر سکتا ہے۔ وہ اس کو مسلمانوں کا قانونی حق گردانتے ہیں حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے۔ اگر انہوں نے محولہ بالا ان دو احادیث کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا ہوتا تو یہ بات ان پر منکشف ہو جاتی کہ جب شاتمِ نبی کے ان پُرجوش قاتلوں نے حضور ﷺ کی عدالت میں اشتعال انگیز حالات میں اپنے ارتکابِ قتل کا اعتراف کیا تو حضور اقدس ﷺ نے واقعات معلوم کر کے بحیثیتِ حاکم مملکت ان حضرات کو مواخذہ سے بری قرار دیا۔ اگر مرتد یا شاتم کا قتل تابع قضاء قاضی نہ ہوتا تو پھر ان قاتلوں کا اعتراف و اعتذار اور ان کا بری المواخذہ قرار دیا جانا سب غیر ضروری باتیں ہو کر رہ جاتیں اور ریکارڈ سے خارج کر دی جاتیں۔ یہ ساری روئیداد اس امر کا ثبوت ہے کہ شاتمِ نبی بھی اس وقت تک قتل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ قضاء قاضی کے ذریعہ ایسا حکم صادر نہ ہو جائے۔ اگر بلا اذنِ عام کسی سے ایسی حرکت سر زد ہو جائے تو وہ عدالت یا حاکم کے آگے جوابدہ ہے اور حاکم اس سے باز پرس کر سکتا ہے۔

اگر قضاء اور تعمیل کے اختیارات ہر ایک کے ہاتھ میں دے دیے جائیں تو خونِ ناحق اور فتنوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ اس بات کی صداقت کا اندازہ آپ کو اس روایت سے ہو جائے گا جس کو امام ابن تیمیہ نے اپنی تالیف "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت یوں نقل کی گئی ہے کہ "ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے بہت سخت توہین آمیز الفاظ استعمال کیے تو ان صاحب پر جو صدیق اکبرؓ کے ساتھ تھے، یہ گستاخانہ الفاظ بہت گراں گزرے۔ انہوں نے کہا کہ کیا میں اس کی گردن نہ مار دوں؟ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ساتھی کو منع کرتے ہوئے کہا کہ "ایسا نہ کرو یہ بات نبی کریم ﷺ کے سوا کسی اور کے لیے روا نہیں۔"

اس روایت سے جہاں شاتمِ نبی کا قابل گردن زدنی ہونا ثابت ہو رہا ہے وہیں یہ خدشہ بھی سامنے آ رہا ہے، کہ احکامات کے نفاذ میں ہر فرد کو آزادی ہو تو اس کا قوی امکان ہے کہ شاتمِ صحابہؓ کو شاتمِ نبی کی سزا دے دی جائے۔ یہ تو بھلا ہوا کہ صدرِ مملکت خلیفہ وقت خود بنفسِ نفیس وہاں بر سر موقع تھے اور انہوں نے قتل کے ایک امکانی حادثہ کو روک دیا۔

بعض احادیث ایسی ہیں جن کے الفاظ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتدین کو قتل کرنے کی ہمیں اجازت دے دی گئی ہے۔ چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

عن ابن عباس قال من بدل دینہ فاقتلوہ [۷]

جو شخص اپنا دین یعنی اسلام بدل دے اس کو قتل کر ڈالو۔

عن ابن عباس قال من حجد ایۃ من القرآن حل ضرب عنقہ [۸]

جو شخص قرآن کی کسی آیت کا انکار کرے اس کی گردن مار دینا حلال ہے۔

ایسے معاملات جو ارتداد کا باعث بن جاتے ہیں موجب قتل ضرور ہوتے ہیں، لیکن حد جاری کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں، صرف امام یا اس کا نائب اس کا مجاز ہے۔

حد شرعی کے نفاذ کا مسئلہ

قتلِ مرتد اور شاتم النبی کے قتل سے متعلق احکام کو ان کے اصل ماخذ سے اوپر تفصیل سے پیش کر دیا گیا۔ اب ہم انہی مسائل سے متعلق فقہ اسلامی کی مستند کتابوں میں جو احکام مندرج ہیں ان کو حوالوں کے ساتھ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کریں گے تاکہ صحیح نتائج آسانی کے ساتھ اخذ کیے جائیں۔ فتاویٰ عالمگیری کی کتاب الحدود میں مرقوم ہے۔[9]

> شریعت میں حد ایسی عقوبت مقدرہ (معیّنہ) ہے جو اللہ کے حق کے واسطے ہو۔ پس قصاص کو حد نہ کہیں گے کہ وہ حق العبد ہے اور تعزیر کو حد نہ کہیں گے اس واسطے کہ وہ مقدر نہیں ہے۔ یہ ہدایہ میں ہے۔
>
> حد کا رکن یہ ہے کہ امام المسلمین اس کو قائم کرے یا وہ جو اس معاملہ میں اس کا نائب ہو بلکہ امام المسلمین کی رائے پر ہو اور شرط یہ ہے کہ جس پر قائم کی جائے وہ صحیح العقل، سلیم البدن ہو اور ایسا ہو کہ عبرت پکڑے اور ڈرے۔ پس مجنون پر اور جو نشہ میں ہو یا ضعیف الخلقت یا مریض ہو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی الا بعد صحت اور افاقہ کے۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔
>
> قال الشافعی واما من یقیم هذا الحد فاتفقوا علی ان الامام یقیمه و کذلک الامر فی سائرالحدود[10]
>
> امام شافعی فرماتے ہیں کہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ حد کون قائم کرے گا تو اس سلسلہ میں اتفاق ہے کہ امام اسے نافذ کرے گا۔ یہی معاملہ تمام حدود کا ہے۔

حد کے سلسلہ میں یہ صراحت کر دی گئی ہے کہ زنا وغیرہ میں ثبوت و شہادت اور حلف نامہ امام یا قاضی کے پاس پیش کیے جاتے ہیں اور امام یا اس کا نائب ہی حد قائم کرنے کا مجاز ہے۔ قدوری کا بھی حوالہ ہے۔[11]

> حد جاری کرنے کے اختیار سے متعلق ابن قدامہ المغنی میں لکھتے ہیں۔[12]
>
> فاما القتل فی الردة والقطع فی السرقة فلا یملکها الا الامام --- ان الاصل تفویض الحدالی الامام
>
> ارتداد پر قتل، چوری میں قطع ید تو اس کا اختیار صرف امام کو حاصل ہے۔ اس لیے کہ

یہ اصولی بات ہے کہ حد جاری کرنے کی ذمہ داری امام کی ہے۔
الشرح الکبیر میں بھی اس مخصوص اختیار سے یہی حکم ملتا ہے۔[13]

ولا یجوزان یقیم الحد الا الامام او نائبہ

امام یا اس کے نائب کے علاوہ کسی کے لیے حد جاری کرنا جائز نہیں ہے۔ طحاوی کی عبارت ہے۔[14]

قال اصحابنا لایقیم الا امراء الامصار وحکامها ولا یقیمها عامل السواد ونحوہ

ہمارے علماء نے کہا ہے کہ حدود کو بڑے شہروں کے امراء اور حکام ہی قائم کر سکتے ہیں۔ بیرونی علاقوں کے امراء وغیرہ قائم نہیں کر سکتے۔

بلند پایہ فقہاء مجتہدین کے محولہ بالا اقوال سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ حد جاری کرنے کا اختیار امیرِ مملکت یا سلطان ہی کو حاصل ہے جس کو وہ اپنے اختیار سے نائبین کو تفویض کر سکتا ہے۔ ہر کہ ومہ کو نہ مرتد کو قتل کرنے کا اختیار ہے نہ شاتم وساب نبی کو۔

دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ آیا مرتد کی طرح شاتمِ نبی کو بھی قتل سے پہلے توبہ وتجدیدِ ایمان کا اختیار دیا گیا ہے کہ نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء متقدمین ہی کے زمانہ سے اختلافِ رائے چلا آ رہا ہے۔

قاضی عیاض نے سبِّ نبی پر مطلقاً قتل کیے جانے پر علماء کا اجماع بتلایا ہے۔ اس سلسلہ میں مالک بن انس، عبداللہ بن حکم، لیث بن سعد، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے نام لیے ہیں۔[15]

اس مسئلہ کی تحقیق میں سعی بلیغ کے باوجود، فقہ وحدیث کی مستند کتابوں میں ایک جزئیہ بھی اس صراحت کے ساتھ ہمیں دستیاب نہیں ہوا کہ جس سے یہ امر ثابت ہو کہ شاتم نبی کو قتل کر دینا ہر مسلمان پر فرض، واجب یا مستحب ہے۔ ہر کتاب میں یہی صراحت ہے کہ یہ امر تابع قضاء ہے اور یہ اختیار امیر یا سلطان میں مرکوز ہے۔ وہ یہ اختیار اپنے نائبین کو تفویض کر سکتا ہے۔

اس حکم پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ مرتد کی سزا قتل ضرور ہے لیکن قتل کرنے سے پہلے اس کو تین دن کی مہلت دی جاتی ہے جس میں اسلام پیش کرنے پر وہ توبہ کر کے اسلام قبول کر لے تو سزا سے بچ جائے گا۔

امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے مکتبِ خیال کے لوگ شاتم النبی کے معاملہ میں اس رخصت کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جرم ثابت ہونے کے بعد مجرم کو موجب قتل قرار دے دیا جائے تو بلا تاخیر اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ بعض علماء انس بن زنیم خزاعی اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نظائر پیش کر کے قاضی کو اس اختیارِ تمیزی کا حامل سمجھتے ہیں کہ وہ اس کی توبہ و ندامت کے

پیشِ نظر شاتم کی قتل کی سزا کو روک بھی سکتا ہے۔
مذکورہ بالا جرم کے مرتکبین کا ملزمین کی حیثیت میں عدالت میں پیش کیا جانا، شہادت و ثبوت کی بناء پر حاکم عدالت کا ملزم کو مجرم قرار دینا، جرم ثابت ہونے کے بعد توبہ و تسلیم کے لیے مہلت کا دیا جانا اور بالاخر سزا تجویز ہونے کے بعد قتل کے حکم کا صادر کیا جانا یہ سب قانونی و عدالتی کارروائیاں ہیں جن کو منظم طریقے سے قواعد و ضوابط کے موافق عدالتیں ہی چلا سکتی ہیں۔ ---

---

اس ساری بحث میں اتنا ہی جاننا ضروری ہے کہ حد منصوص ہے اور اس پر صحابہ علیہم اور ائمہ کا اجماع ہے اور یہ کہ حد قائم کرنا امام یا اس کے نائب کے فرائض و اختیار میں ہے۔ چونکہ یہ کام قاضی کے ذریعہ انجام پانا لازمی ہے اس لیے مرتد یا شاتم سے متعلق فتاویٰ تابع قضاء قاضی ہوں گے۔ بات بالکل منطقی اور واضح ہے۔ اس سے انحراف و اختلاف کی کوئی وجہ نہیں۔
قانون کی نظر میں ایسا قتل، جو جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت یا دین و مذہب کی مدافعت میں سرزد ہو جائے، ناقابل مواخذہ قرار پاتا ہے۔ قانون دان حضرات اس نظیر کو پیش کر کے انفرادی طور پر شاتم نبی کو قتل کرنے کا جواز پیش کرتے ہیں۔ یہ نظائر تو ہم کو احادیث میں بھی ملتے ہیں۔ لیکن ان حضرات سے صحیح نتائج اخذ کرنے میں یہ سہو ہو رہا ہے کہ وہ استثناء کی ذیلی دفعات کو قانون سمجھ بیٹھے ہیں اور اس خیال کی حمایت کر رہے ہے کہ شاتم نبی کو مباح الدم قرار دے کر کوئی بھی قتل کرنے کا مجاز ہے۔
کوئی مرتد یا شاتم النبی اسی وقت مباح الدم قرار پائے گا جبکہ حاکم وقت نے اس کے مباح الدم ہونے کا اعلان کر دیا ہو۔ اس امر کا انحصار بھی قضائے قاضی پر ہے۔ یہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے کہ وہ کسی بھی مرتد یا شاتم کو مباح الدم قرار دے کر اس کو قتل کر دے۔
بعض وقت ایسی صورتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں کہ کسی مرتد یا شاتم کے خلاف قتل کا فیصلہ صادر ہو چکا ہوتا ہے لیکن قبل اس کے کہ اُسے مقتل لے جایا جائے وہ کسی تدبیر سے راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور کہیں روپوش ہو بیٹھتا ہے۔ ایسے مجرمین کو جو عدالت کے حلقۂ اثر اور عاملہ کی گرفت سے باہر نکل جائیں، ان کے خلاف حاکم اس امر کا اظہار کر دیتا ہے کہ وہ سب کے لیے مباح الدم ہیں اور جس کسی کو بھی ان پر قابو حاصل ہو جائے، وہ ان کو وہیں قتل کر دے سکتا ہے۔ ایک ہو یا ٹولی ہو ان سب کے لیے یہی حکم ہے اور باغی ٹولی ہو تو ایسے غارت گروں کے لیے تو حکم میں اور بھی شدت ہے اور ان کا قتل کیا جانا کارِ ثواب ہے۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مرتدین کی ایک جماعت سے متعلق فرمایا۔[١٦]

اینما لقیتموهم فاقتلوهم فان فی قتلهم اجرا لمن قتلهم یوم القیامہ

ان مرتدین کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو اس لیے کہ ان کے قتل کرنے میں ثواب ہے۔

یہ حدیث اس امر کا ثبوت ہے کہ حاکم مرتدین کی کسی جماعت کو اگر مناسب و ضروری سمجھے تو مباح الدم قرار دے سکتا ہے، اور اس امر کے اظہار و اعلان کے بعد ہی مرتد و شاتم ہو یا مرتدین کی جماعت ہو، وہ مباح الدم قرار پا کر قابل گردن زدنی ہو جاتی ہے۔

حواشی

۱۔ المائدہ: ۳۳-۳۴

۲۔ التوبہ: ۱۱-۱۴

۳۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد

۴۔ بیہقی، دار قطنی

۵۔ ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول

۶۔ ابوداؤد

۷۔ بخاری، مسلم

۸۔ ابن ماجہ

۹۔ فتاویٰ ہندیہ، کتاب الحدود [ترجمہ مولانا سیّد امیر علی ملیح آبادی]، لکھنؤ: مطبع نامی منشی نولکشور، جلد دوم، ص ۶۶۱

۱۰۔ ابن رشد القرطبی الاندلسی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، الجزء الثانی، ص ۵۴۴

۱۱۔ الہدایہ مع الدرایہ، دہلی: کتب خانہ رشیدیہ، کتاب الحدود، جلد دوم، ص ۴۸۶-۴۸۷، اس مسئلہ سے متعلق مزید معلومات کے لیے حسبِ ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔

امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کراچی ایجوکیشنل پریس (۱۹۶۰ء)، ابن عابدین شامی، ردالمحتار علی الدرالمختار، الجزء الثالث، ص ۳۱۸-۳۱۹، ابن نجیم، البحرالرائق شرح کنزالدقائق، کراچی: سعید کمپنی، الجزء الخامس، ص ۱۲۴-۱۲۵

۱۲۔ ابن قدامہ، المغنی، مطبع المنار (۱۳۴۸ھ)، جلد ۱۰، ص ۱۴۷

۱۳۔ ابن قدامہ المقدسی، الشرح الکبیر، مطبع المنار، جلد ۱۰، ص ۱۲۱

۱۴۔ طحاوی، اختلاف الفقہاء، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، جلد ۱، ص ۱۶۲

۱۵۔ بحرالرائق میں ہے۔

نقل ابن افلاطون فی کتاب المسمیٰ بہ معین الاحکام انہا ردہ حیث قال معزیا الی حکمہ حکم المرتدو فی النتف من سب رسول اللہؐ فانہ مرتد و حکمہ حکم المرتد فقولہ نعرض الاسلام علی المرتد ونکشف شبہہ و یحبس ثلاثہ ایام فان اسلم ولا قتل ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد ظاہر فی قبول توبتہ کما یخفی و ممن نقل انہاردہ عن ابی حنیفہ القاضی عیاض فی کتابہ المسمیٰ بالشفاء و نص عبارتہ قال ابوبکر بن المنذر رحمہ اللہ تعالیٰ اجمع عوام اہل العلم علی ان من سب النبیؐ یقتل و ممن قال ذلک مالک ابن انس واللیث واحمد و الشافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم الخ (البحرالرائق، علامہ زین الدین ابن النجیم، ص ۱۲۵، ردالمختار، ابن عابدین الشامی، جلد ۳، ص ۳۱۸)

نیل الاوطار میں بھی آئمہ شافعیہ کے اسی موقف کی صراحت ملتی ہے۔

ونقل ابوبکر الفارسی احد ائمہ الشافعیہ فی کتاب الاجماع ان من سب النبیؐ بماہو قذف صریح کفر باتفاق العلماء فلوتاب لم یسقط عنہ القتل لان حدقذفہ القتل وحد القذف لا یسقط بالتوبہ (نیل الاوطار، علامہ محمد شوکانی، ص ۳۸۰)

۱۶- بخاری، مسلم